مکہ پہنچے اور حضرت علیؓ کے مخالفین کے ساتھ مل گئے جو حضرت عثمانؓ کی طرف سے غصے میں بھرے تھے، اسی دن سے مکہ، شامیوں کے علاوہ حضرت علیؓ کی امامت کے مخالفوں کا مرکز بن گیا

مشورہ

قوم آپس میں مشورہ کرنے لگی، اس بات پر سب کا اتفاق ہوا کہ یہ فتنہ اسلام میں ایک زبردست حادثے کا باعث بنا اور خلیفہ بحالتِ مظلومی قتل کر دیا گیا اب ایسا اقدام ضروری ہے جس سے یہ سوراخ بند ہو اور اللہ کا دین اپنی شان کے مطابق برقرار رہے اور اس سلسلے کی پہلی کڑی یہ ہو کہ حضرت عثمانؓ کے قاتلوں سے خون کا بدلا لیا جائے خواہ وہ کوئی ہوں اس کے بعد خلافت کا معاملہ مسلمانوں کے مشورے کے حوالے کیا جائے، مسلمان اپنی رضا و رغبت اور دلی اطمینان کے ساتھ اسلام اور مسلمانوں کی خیر خواہی کو سامنے رکھ کر جس کو چاہیں اپنا خلیفہ بنا لیں اور اس معاملے میں کوئی سختی اور زبردستی نہ کی جائے، نہ گردنوں پر معلق تلواروں کی دھمکی دی جائے، پھر اس بات پر غور ہوا کہ حصولِ مقصد کا طریقہ کیا ہو؟ بعضوں نے اپنا یہ خیال پیش کیا کہ مدینہ میں علیؓ اور ان کے ساتھیوں پر حملہ کر دیا جائے لیکن بقول مورخین مدینہ والوں کی قوت سے ڈر کر یہ تجویز رد کر دی گئی اور اس لئے بھی کہ ایسا کرنا مدینۃ الرسولؐ پر حملہ در واقعہ احزاب کو دہرانا ہے جو شاید حضرت عثمانؓ کے باغیوں نے کیا تھا۔ بعضوں نے یہ رائے دی کہ ہم کو کوفہ جانا چاہیئے اور وہاں علیؓ اور ان کے ساتھیوں کے خلاف جنگ کا علم بلند کر دینا چاہیئے لیکن یہ رائے بھی رد کر دی گئی اس لئے کہ کوفہ پر ابو موسیٰ اشعری کا بڑا اثر تھا اور وہ شورش پسند نہ تھے اور اس لئے بھی کہ حضرت عثمانؓ کے کٹر باغی اور جم کر کام کرنے والے مخالف کوفہ ہی میں تھے پس وہ طبعی طور پر قوم کو روکتے اور یہ بے عزتی گوارا نہیں کرتے، پھر ان کی نظرِ انتخاب بصرہ پر پڑی اس لئے کہ اس میں قبیلہ مضر کے لوگ بکثرت آباد تھے اور اس لئے کہ عبد اللہ بن عامر نے ان کو یقین دلایا کہ بصرہ والوں پر اس کے بڑے بڑے احسانات اور ان سے دوستی کے تعلقات ہیں وہ اس کی سنیں گے اور اس کا کہا مانیں گے اور خاطر خواہ امداد بھی کریں گے، مکہ کو اپنی جنگی سرگرمیوں کا مرکز بنانے کا خیال ان کو اس لئے نہیں آیا

کہ وہ امن وامان کا حرم محترم ہے جہاں خوں ریزی نہیں کی جا سکتی، اور معاویہؓ کی وجہ سے وہ شام کی طرف سے بالکل مطمئن تھے اور اگر یہ لوگ عراق اور اس کے آگے کی سرحدوں پر غالب آجائیں تو معاویہؓ اس پوزیشن میں تھے کہ مصر کی فکر سے بھی ان کو بے نیاز کر دیں، چنانچہ یہ لوگ کوچ کی تیاری کرنے لگے عبداللہ بن عامر اور یعلی بن اُمیہ نے ساز وسامان سے ان کی بہت کچھ مدد کی پھر عوام کو ساتھ چلنے کی دعوت دی گئی اور تقریباً تین ہزار کی جمعیت ساتھ ہو گئی حضرت عائشہؓ اور ان کے بیان کا عوام پر یہ اثر دیکھ کر طلحہؓ اور زبیرؓ نے ام المؤمنین سے درخواست کی کہ وہ بصرہ تک ساتھ چلیں حضرت عائشہؓ نے جواب میں کہا تم دونوں مجھے لڑائی کرنے کا حکم دیتے ہو انھوں نے کہا نہیں نہیں ہمارا مقصد تو یہ ہے کہ آپ لوگوں کو نصیحت فرمائیں گی اور ان کو حضرت عثمانؓ کے قصاص کا مطالبہ کرنے پر آمادہ کریں گی تب آپ نے بلا پس وپیش منظور کر لیا حضرت عائشہؓ نے ام المؤمنین حضرت حفصہؓ کو بھی ساتھ چلنے پر رضامند کر لیا تھا لیکن ان کے بھائی عبداللہ بن عمرؓ نے ان کو روکا اور ازواج مطہرات کے لئے اللہ نے جو حکم دیا ہے اس کی خلاف ورزی نہیں ہونے دی اللہ کا حکم ہے۔

وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ	اور تم اپنے گھروں میں قرار سے رہو قدیم جاہلیت کے مطابق نہ پھرو۔

قوم کوچ کے لئے پابرکاب تھی، حضرت علیؓ کو جب یہ خبریں ملیں تو انھوں نے شامیوں سے جنگ کا خیال چھوڑ دیا تاکہ ان باغیوں کو ان کے ارادے سے باز رکھیں۔

علیؓ اور سابق خلفاء

حضرت علیؓ نے بھی خلافت کا جس طرح استقبال کیا، سابق خلفا میں اس کی کوئی مثال نہیں، حضرت ابوبکرؓ کے وقت کوئی صحابی اُن کا مخالف نہ تھا ہاں سعد بن عبادہؓ کی ایک بات تھی، فاروق اعظمؓ اور عثمان غنیؓ سے بھی کسی نے اختلاف نہیں کیا، لیکن حضرت علیؓ دیکھتے ہیں کہ بڑے بڑے صحابہ کی ایک جماعت ان کی بیعت سے اختلاف رکھتی ہے اختلاف رکھنے والوں میں بعض وہ صحابی ہیں جنہیں اللہ

کے رسولؐ نے جنت کی بشارت سے نوازا ہے، بعض تو فتنے سے بچنا چاہتے ہیں اور بعض لڑنے کے لئے آمادہ ہیں، شاید حضرت علیؓ کے بڑے صاحبزادے حسنؓ نے بصرہ جاتے ہوئے راستے میں اپنے باپ کو بالکل صحیح مشورہ دیا تھا کہ "جب تک فتنے کا زمانہ ہے آپ حضرت عثمانؓ کے معاملے سے بے تعلق ہو جائیے اور مکہ چلے جائیے، بعض روایات میں ہے کہ اپنی زمین واقع ینبع میں چلے جائیے لیکن حضرت علیؓ اپنی موجودگی پر مصر تھے اور کہیں نہیں گئے اس کے بعد حضرت عثمانؓ کا حادثہ ہو جانے پر حسنؓ نے مشورہ دیا کہ اب لوگوں سے کنارہ کشی کر لیجئے اور کہیں چلے جائیے تاآنکہ عربوں کی گئی ہوئی عقل واپس ہو جائے آپ تو اگر گوہ کی بل میں ہوں گے تو لوگ وہاں سے نکال کر آپ کی بیعت کریں گے اور اس کی ضرورت نہ ہوگی کہ آپ کچھ عرض کریں پھر بصرہ کے اسی راستے میں حسنؓ نے رائے دی کہ عراق نہ جائیے مبادا بے یار و مددگار جان سے جائیں، لیکن حضرت علیؓ نے اپنے بیٹے کی ایک بات بھی نہیں سُنی، یہ ان سے کس طرح ہو سکتا تھا کہ لوگوں کو فتنے میں مبتلا دیکھیں اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا جو عہد و پیمان انھوں نے اللہ سے کر رکھا تھا اس سے پہلو تہی کریں، چنانچہ انھوں نے خلیفہ کی خیرخواہی کی، کبھی نرمی سے اور کبھی سختی سے ان کے ساتھ پیش آئے، انھوں نے رعایا کے ساتھ بھی خیرخواہی کی ان کو گناہ اور نافرمانی سے روکتے رہے، خلیفہ کی خوشنودی حاصل کرنے میں ان کی امداد کرتے رہے، علاوہ ازیں حقدار ہوتے ہوئے بھی آپ نے لوگوں سے اپنی خلافت کی بیعت کا مطالبہ نہیں کیا، بلکہ خود لوگوں نے آپ کو مجبور کیا، باغیوں نے مجبور کیا کہ بغاوت کا خمیازہ بھگتنے سے بچ سکیں، مہاجرو انصار نے مجبور کیا کہ امام کے تقرر کی کوئی صورت بن پڑے اور لوگوں میں اللہ کے احکام کا اجرا عمل میں آئے۔

پھر یہ صورت بھی قابل عمل نہ تھی کہ حضرت علیؓ مدینہ میں بیٹھے اس کا انتظار کرتے کہ معاویہؓ اور شامی آکر ان پر حملہ کریں، یا طلحہؓ اور زبیرؓ عراق اور اس کے بعد کی سرحدوں کو گھیرتے ہوئے غنیمت اور خراج کا مال سمیٹتے ہوئے مدینہ پر چڑھائی کر دیں تو پھر مقابلے کے لئے نکلیں، پس ضروری تھا کہ معاویہؓ کے انکار بیعت کے بعد حضرت علیؓ شام سے معرکہ آرائی کے لئے نکل کھڑے ہوں، معاویہؓ کے خلاف

ان کی دلیل قوی تھی، پورے حجاز اور صوبوں کے مسلمانوں کی زبردست اکثریت آپ کی بیعت کر چکی تھی اور آپ کی اطاعت سے گریز نہیں کیا جا سکتا تھا۔

معاویہؓ اگر اپنے معاملے میں انصاف اور اخلاص سے کام لینا چاہتے تو ان کا فرض تھا کہ لوگوں کی طرح حضرت علیؓ کی بیعت کر لیتے اس کے بعد حضرت عثمانؓ کے وارثوں کو لے کر آپ کے پاس آتے اور قاتلوں سے قصاص کا مطالبہ کرتے لیکن اُن کو تو قصاص سے کہیں زیادہ اس کی فکر تھی کہ خلافت کا رُخ کسی طرح حضرت علیؓ سے پھیر دیا جائے چنانچہ حضرت علیؓ کی وفات اور حسنؓ سے مصالحت کے بعد جب اُن کے لئے حکومت کا میدان صاف ہو گیا تو نہ قصاص یاد رہا نہ قاتلوں کی تلاش اب اُن کو امن و امان، یک جہتی اور اتحاد اچھا معلوم ہونے لگا۔

طلحہؓ، زبیرؓ اور عائشہؓ کے خلاف بھی حضرت علیؓ کی دلیل معاویہؓ سے کچھ کم قوی نہ تھی، طلحہؓ اور زبیرؓ دونوں نے بیعت کر لی تھی، اب ان کا فرض تھا کہ عہد کی پابندی کرتے اور بیعت میں صداقت باقی رکھتے، اگر حضرت علیؓ کی اطاعت ان کو پسند نہ تھی اور وہ بعض کاموں میں ان کی مدد نہیں کرنا چاہتے تھے تو سعد بن أبی وقاصؓ، عبداللہ بن عمرؓ، اُسامہ بن زیدؓ، محمد ابن مسلمہؓ وغیرہ ممتاز صحابہ کی طرح کنارہ کشی اختیار کر لیتے، لڑائی تو کھڑی نہ کرتے، لوگوں کو باہم جنگ کی آگ میں تو نہ جھونکتے، مسلمانوں میں اس بُری طرح پھوٹ تو نہ ڈالتے جس کا منظر آگے چل کر آپ دیکھیں گے۔

اب رہا حضرت عائشہؓ کا معاملہ تو اللہ نے ان کو حکم دیا تھا کہ وہ اپنے گھر میں بیٹھیں، پس ضروری تھا کہ پہلے خلفاء کی طرح حضرت علیؓ کے عہد میں بھی وہ اللہ کے حکم کی پابند رہتیں، گھر میں بیٹھتیں، اچھی باتوں کا حکم دیتیں، بُری باتوں سے منع کرتیں، دوسری اُمہات المومنین کی طرح نماز اور زکوٰۃ ادا کرتیں اللہ کی جن حکمتوں اور آیتوں کی آپ پر تلاوت کی گئی ہے ان کی یاد دلاتیں، حضرت علیؓ کی بیعت سے انکار اور ان کی خلافت کے تسلیم نہ کرنے پر بھی انھیں حضرت علیؓ کی طرف سے کوئی تکلیف اور کوئی ناگواری پیش نہ آتی کہ وہ ام المومنین تھیں، نبیؐ کی غیر معمولی محبت ان سے وابستہ تھی وہ صدیق اکبرؓ کی صاحبزادی تھیں، بہر حال اتنا تو ضرور تھا کہ حضرت عائشہؓ کا درجہ حضرت علیؓ کی نگاہ میں

کنارہ کشوں کے برابر ہوتا، یوم جمل کے بعد حضرت علیؓ نے حضرت عائشہؓ کی جس طرح توقیر باقی رکھی اس سے حضرت علیؓ کے نقطۂ نظر کا پتہ چلتا ہے شاید کوئی یہ کہے کہ قوم کو صرف حضرت عثمانؓ کا غصہ نہ تھا بلکہ لوگ اس کے بھی خلاف تھے کہ باغی عثمانؓ ہی جیسا ایک دوسرا امام ان پر مسلط کر دیں، حالانکہ ان کا مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کے باہم مشورہ سے خلیفہ کا انتخاب ہو لیکن جواب یہ ہے کہ خلافت کے لئے حضرت ابوبکرؓ کی بیعت مسلمانوں کے باہم مشورے سے نہیں ہوئی بلکہ وہ تو ایک اتفاقی بات تھی بقول حضرت عمرؓ اللہ نے اس کے شر سے مسلمانوں کو محفوظ رکھا۔ اور خود حضرت عمرؓ کی بیعت بھی مسلمانوں کے مشورے سے عمل میں نہیں آئی بلکہ حضرت ابوبکرؓ نے آپ کو نامزد کیا اور مسلمانوں نے یہ نامزدگی منظور کر لی اس لئے کہ ان کو شیخین پر اعتماد تھا اور وہ ان سے محبت بھی کرتے تھے لیکن وہ مجلس شوریٰ جس نے حضرت عثمانؓ کو خلیفہ منتخب کیا اطمینان بخش رضامندی کی حامل نہ تھی حضرت عمرؓ نے قریش کے چھ آدمیوں کو مقرر کیا کہ اپنے میں سے کسی ایک کا انتخاب کر لیں چنانچہ انھوں نے حضرت عثمانؓ کو چن لیا اور کہا جا سکتا ہے کہ اس کارروائی میں انھوں نے بڑی حد تک اختلاف اور فتنے سے بچنے اور مسلمانوں کے ساتھ خیرخواہی کرنے کی کوشش کی۔

پس طلحہؓ اور زبیرؓ کا اور ان تمام حضرات کا جو کنارہ کشی اختیار کر چکے تھے یہ فرض تھا کہ جتنا ہو سکتا معاملے کو روکتے اور حضرت علیؓ کی بیعت مجبوری سے نہیں رضامندی کے ساتھ کر لیتے اور پھر ان کے ساتھ مل کر ایک طرف ان خرابیوں کی اصلاح اور درستی کی کوشش کرتے جو باغیوں نے پیدا کر دی تھیں اور دوسری طرف ایک مضبوط اور مستقل نظام وضع کرنے میں وقت صرف کرتے جو خلیفہ کے انتخاب اور حکومت کے چلانے میں رہنمائی کرتا اور مسلمانوں کو عہد عثمانی جیسے مصائب کا شکار ہونے سے بچاتا، لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس وقت قوم نے جو کچھ سوچا اور سمجھا وہ ہمارے دل و دماغ جیسی بات نہ تھی، ان سے دین کے اور اپنے لئے جو کچھ ہو سکتا تھا کیا۔

صدیق اکبرؓ کو خلافت کے ابتدائی دور میں جو کچھ پیش آیا حضرت علیؓ کو بھی اسی جیسی ایک بات سے دوچار ہونا پڑا عہد صدیقی میں تمام عربوں نے خلیفہ کی مخالفت کی اور زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کر دیا لیکن

حضرت ابوبکرؓ کو صحابہ کی امداد اور حمایت حاصل تھی انھوں نے بڑی تیزی کے ساتھ فتنے کی آگ بجھادی اور عربوں کو زمین کے مختلف حصوں میں روانہ کردیا جہاں وہ فتوحات میں مشغول ہو گئے، فاروق اعظمؓ آئے تو فتوحات کی رفتار میں اور تیزی پیدا کردی، حضرت عثمانؓ بھی شیخین کے نقش قدم پر چلے اور مسلمان ان کے ابتدائی دور میں فتوحات کا دائرہ بڑھاتے چلے گئے۔

لیکن حضرت علیؓ کے خلیفہ ہوتے ہی انھیں میں سے کچھ لوگ بدل گئے جو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے حامی اور معاون تھے، نتیجہ یہ نکلا کہ بہت جلد پھوٹ پڑ گئی اور مسلمان آپس میں لڑنے لگے سرحد کی فوجی پیش قدمی چھوڑ کر اپنی جگہ رک گئے، شام میں تو بعضوں نے یہاں تک کیا کہ سرحد چھوڑ کر اپنے ان بھائیوں سے مقابلہ کے لئے چلے آئے جو حضرت علیؓ کے حامی تھے، یہ دیکھ کر رومی آرزو کرنے لگے کہ ان کے جن مقامات پر مسلمان قابض ہو چکے ہیں ان سے واپس لے لیں اور اگر معاویہؓ کچھ دے کر ان سے مصالحت خرید نہ لیتے تو وہ شام پر حملے کا ارادہ کر ہی چکے تھے، پھر جب فضا ٹھیک ہو گئی تو امیر معاویہؓ رومیوں کے لئے فرصت پا چکے تھے۔

بہرحال طلحہؓ، زبیرؓ اور عائشہؓ بصرہ جانے کے ارادے سے نکل پڑیں ادھر حضرت علیؓ نے شام سے اپنی توجہ ہٹالی اور طے کرلیا کہ ان تینوں کو جاکر سمجھائیں گے اور واپس لائیں گے، ادھر معاویہؓ کو کافی وقت اور موقع ملا کہ اپنی حکومت مضبوط کرلیں اور فوجی تیاری کے ساتھ ساتھ مصر میں حضرت علیؓ کے خلاف خفیہ کارروائیوں کی بھی تکمیل کردیں، حضرت علیؓ مدینہ سے نکلے لوگوں کی مرضی کے خلاف نکلے، آپ کے اس سفر کو لوگ فالِ بد تصور کرتے تھے، حضرت علیؓ کو اندازہ نہ تھا کہ اب وہ مدینہ سے ہمیشہ کے لئے جارہے ہیں، ان کا خیال تھا کہ وہ بہت جلد ان تینوں سے مل کر بحث و مباحثے کے بعد انھیں راضی کرکے جماعت میں شامل کرلیں گے اور پھر ان کو مدینہ واپس لائیں گے اور خود دوسرے خلفاء کی طرح مدینہ ہی میں قیام کریں گے اور مسلمانوں کے معاملات کی لگام اپنے ہاتھ میں لیں گے لیکن ابھی وہ تھوڑی دور ہی چلے تھے کہ معلوم ہوا کہ لوگ آگے بڑھ چکے ہیں اور اب وہ بصرہ پہنچتے ہوں گے، اور مسلمانوں کو وہاں آپ کی بیعت سے روکتے ہوں گے لیکن اس کے بعد بھی حضرت علیؓ مصالحت سے مایوس نہیں

ہوئے البتہ اس کی بڑی احتیاط کی کہ یکایک لڑائی نہ چھڑ جائے چنانچہ راستہ طے کرتے ہوئے کوفہ والوں کے پاس آدمی بھیجے کہ ان کو حمایت اور تعاون کی دعوت دیں۔

علیؓ اور کوفہ

حضرت علیؓ کے آدمی کوفہ آئے تو انھوں نے دیکھا کہ یہاں کے حاکم ابو موسیٰ اشعری شورش اور خوں ریزی سے گریز کرتے ہوئے لوگوں کو امام کی حمایت سے روکنے پر زور دے رہے ہیں ان کی دلیل اس معاملے میں بھیں بھیسی سی تھی ان کے خیال میں امام کسی کافر دشمن سے تو لڑنا نہیں چاہتے تھے اس میں تو ان کے بالمقابل انہیں کی جیسی ایک قوم ہے اللہ پر، رسول پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھنے والی۔ پس انھوں نے اس کو بہت برا سمجھا کہ مسلمان، مسلمانوں سے لڑیں، اپنے اسی نقطہ نظر کو انھوں نے شہر والوں کے لئے بھی ضروری قرار دیا اور دین کا یہ عام حکم ہے کہ انسان جو بات اپنے لئے پسند کرے دوسروں کے لئے بھی اسی پر رضامند ہو پس ابو موسیٰ اشعری نے کوفہ والوں کو لڑائی سے باز رکھ کر، ان کو امام کی امداد سے دور رہنے کا مشورہ دے کر گویا اپنے ساتھ اور شہر والوں کے ساتھ بڑی خیر خواہی کی اور خلوص برتا۔ لیکن ابو موسیٰ تو حضرت علیؓ کی بیعت کر چکے تھے اور کوفہ والوں کی بیعت حضرت علیؓ کے لئے لے بھی چکے تھے یہ بیعت ان پر اور شہر والوں پر خلیفہ کی حمایت اور اعانت فرض کر دیتی ہے اگر اس میں ان کے لئے کوئی مضائقہ کی بات تھی تو خلیفہ کے سامنے اپنا استعفیٰ پیش کر کے کام چھوڑ دیتے اور کنارہ کشی اختیار کر کے اوروں کی طرح فتنے سے دور رہتے لیکن یہ کہ حضرت علیؓ کی بیعت کر لی انھیں کی طرف سے حاکم ہونا بھی قبول کر لیا، اور پھر ان کے حکم سے سرتابی یہ کوئی معقول بات نہ تھی یہی وجہ ہے کہ حضرت علیؓ نے ان کو سخت و سست کہا اور معزول بھی کر دیا اور ان کی جگہ قرظہ بن کعب انصاری کو نیا حاکم بنا کر بھیجا، پھر اپنے صاحبزادے حسنؓ اور عمار ابن یاسرؓ کو روانہ کیا کہ وہ کوفہ والوں کو حمایت پر آمادہ کریں، بعض مورخوں نے لکھا ہے کہ اشتر نے حضرت علیؓ سے اجازت مانگی کہ مجھے کوفہ جانے دیجئے آپ نے اجازت دے دی، شہر میں پہنچ کر اشتر نے اپنی قوم

کے چند عبداپنے آدمیوں کو اکٹھا کیا اور حاکم کی کوٹھی پر حملہ بول دیا اس وقت ابو موسیٰ لوگوں کے سامنے تقریر کررہے تھے اور جو کچھ بھی کوٹھی میں اور بیت المال میں تھا سب سمیٹ لیا اور ابو موسیٰ کو برطرفی پر مجبور کردیا چنانچہ وہ کوفہ سے نکل کر مکہ آئے اور کنارہ کشوں کے ساتھ رہنے لگے، اشتر نے کوفہ والوں کو خلیفہ کی حمایت کی دعوتِ عام دی اور ان کو مقام ذی قار تک لائے جہاں حضرت علیؓ ان کے منتظر تھے۔

علیؓ اور بصرہ

بصرے کا معاملہ کوفہ سے بھی ٹیڑھا تھا، یہاں کے لوگ حضرت علیؓ کی بیعت کرچکے تھے اور آپ کے عامل عثمان بن حُنیف کے فرماں بردار تھے لیکن بہت جلد ان پر طلحہؓ، زبیرؓ، عائشہؓ اور ان کی فوج کا سایہ پڑ گیا، یہ دیکھ کر عثمان ابن حُنیف نے اپنے دو سفیر ان کے پاس بھیجے ایک عمران بن حُصین خزاعی رسول اللہ صلعم کے صحابیؓ دوسرے ابوالاسود دؤلی، ان دونوں نے ان کے پاس پہنچ کر سوال کیا کہ آپ لوگ یہاں آکر کیا چاہتے ہیں؟ جواب ملا ہم عثمانؓ کے خون کا بدلا چاہتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ خلافت کا مسئلہ مسلمانوں کے سپرد کیا جائے وہ اپنے مشورے سے جس کو چاہیں خلیفہ بنائیں، سفیروں نے اس سلسلے میں مزید گفتگو کرنی چاہی لیکن وہ لوگ کچھ سننے کے لئے تیار نہیں ہوئے پھر یہ دونوں واپس آئے اور عثمان کو بتایا کہ وہ لوگ صرف لڑائی کرنا چاہتے ہیں اور کوئی دوسری بات نہیں چاہتے تب عثمان نے لڑائی کی تیاری کی اور بصرہ والوں کے ساتھ نکلے اور مقابلے میں آکر کھڑے ہو گئے اس کے بعد بحث و مباحثہ ہونے لگا جو بے نتیجہ رہا۔ طلحہؓ اور زبیرؓ نے اپنی تقریروں میں حضرت عثمانؓ کے خون کا بدلا لینے پر زور دیا اور خلافت کے لئے مسلمانوں کا مشورہ ضروری قرار دیا اس کے جواب میں بصرہ کے ان لوگوں نے تقریریں کیں جن کے پاس طلحہؓ کے خطوط آتے تھے جن میں حضرت عثمانؓ کے قتل پر ابھارا گیا ہے اس کے بعد بصرہ کے لوگوں میں اختلاف پیدا ہوگیا ایک طرف سے آواز آئی کہ طلحہؓ اور زبیرؓ ٹھیک کہتے ہیں دوسری طرف سے آواز آئی جھوٹ کہتے ہیں اور گمراہی پر

ہیں اب کیا تھا ہر طرف سے شور وغل کی آوازیں آنے لگیں، اختلاف میں شدت پیدا ہوگئی اور بصرہ کے لوگ آپس میں گالی گلوج کرنے لگے۔

اس کے بعد حضرت عائشہؓ اپنے اونٹ پر لائی گئیں، آپ نے خطبہ دیا اور بڑی بلاغت کے ساتھ دیا، شگفتہ زبان، میٹھے بول، اور استدلال کی پوری قوت کے ساتھ آپ نے فرمایا ـــــ تمھاری خاطر ہم عثمانؓ کے عصا اور کوڑے سے خفا ہوتے رہے تو کیا عثمانؓ کی خاطر ہم تلوار پر طیش میں نہ آجائیں یاد رکھو تمھارے خلیفہ مظلوم مارے گئے ہیں، ان کی بعض باتیں ہم کو پسند نہ تھیں اس پر ہم نے ان کو کہا سنا پھر وہ باز آگئے اور اللہ سے توبہ کی، اور ایک مسلمان سے اگر اس نے خطا کی ہے اس سے زیادہ کیا مطالبہ کیا جا سکتا ہے کہ وہ اللہ سے توبہ کرے اور لوگوں کو راضی، لیکن پھر بھی ان کے دشمنوں نے ان پر حملہ کرکے ان کو قتل کر دیا اور اس طرح تین حرمتوں کا بیک وقت خون کیا، خون کی حرمت کا، مہینے کی حرمت کا، اور مدینہ منورہ کی حرمت کا۔

لوگوں نے گہری خاموشی سے سنا لیکن تقریر ختم ہوتے ہی پھر شور و غوغا کی آوازیں آنے لگیں کچھ تائید میں اور کچھ تردید میں اس کے بعد لوگوں میں گالی گلوج اور جوتی بیزار ہونے لگی، مگر اس کے باوجود عثمان بن حُنیف کے ساتھ بصرہ والوں کی ایک زبردست فوج جمی رہی اور شدید معرکہ رہا اور کافی لوگ زخمی ہوئے، اس کے بعد روک تھام ہوئی اور حضرت علیؓ کے آنے تک مصالحت ہوگئی ایک معاہدہ لکھا گیا جس کی رو سے عثمان بن حُنیف بدستور حاکم مقرر رہے اور انھیں کے قبضے میں ہتھیار اور بیت المال رکھا گیا، اور زبیرؓ، طلحہؓ اور عائشہؓ کو یہ آزادی دی گئی کہ وہ بصرہ میں جہاں چاہیں قیام کریں۔

بظاہر لوگوں میں امن و امان کی کیفیت پیدا ہوگئی، عثمان ابن حُنیف معمول کے مطابق نماز پڑھانے، مال تقسیم کرنے اور شہر کا انتظام کرنے چلے گئے لیکن بصرہ میں آنے والی یہ قوم آپس میں مشورہ کرنے لگی، ایک نے کہا اگر ہم علی کے آنے تک رکے رہے تو وہ ہماری گردنیں اڑا دیں گے چنانچہ انھوں نے عثمان ابن حُنیف پر شبخون مارنے کا فیصلہ کر لیا، رات نہایت تاریک اور اس

میں سخت آندھی چل رہی تھی ان لوگوں نے موقع غنیمت جان کر عثمانؓ پر ایسی حالت میں حملہ کر دیا کہ وہ عشا کی نماز پڑھا رہے تھے، ان کو بری طرح مار اپیٹا، ان کی داڑھی مونچھ کے بال نوچ لئے، اس کے بعد بیت المال کا رخ کیا اور وہاں کے چالیس پہرہ داروں کو قتل کر دیا اور عثمان ابن حنیف کو قید کر کے انھیں سخت اذیتیں پہنچائیں اب تو بصرہ والوں کی ایک جماعت برافروختہ ہوگئی اس کو اس بدعہدی کا، امیر کے ساتھ اس زیادتی کا اور بیت المال پر اس طرح دھاوا کر دینے کا بڑا رنج ہوا وہ شہر سے بچتے ہوئے ایک طرف باہر نکل آئی تاکہ لڑائی شروع کر دے اور جس بات پر اتفاق ہوا تھا کہ کوئی کسی سے تعرض نہ کرے اس کی حمایت کرے۔

یہ جماعت قبیلہ ربیعہ کے لوگوں کی تھی اس کی قیادت حکیم بن جبلہ عبدی کر رہا تھا اس کے مقابلے کے لئے طلحہؓ اپنی قوم کے کچھ لوگوں کو ساتھ لے کر نکلے اور لڑنے لگے، طلحہؓ کے ساتھیوں نے حریف کے ستّر سے زیادہ آدمیوں کا صفایا کر دیا، حکیم ابن جبلہ بھی بڑی بے جگری سے مقابلہ کرنے کے بعد مارا گیا بعد میں اس کے قصاص کا معاملہ بڑی اہمیت اختیار کر گیا، کہتے ہیں کہ طلحہؓ کے آدمیوں میں سے کسی نے اس پر ایسا وار کیا جس سے اس کی ایک ٹانگ کٹ گئی، حکیم اپنی کٹی ہوئی ٹانگ کے پاس آیا اور اس کو پھینک کر حملہ آور کو اس طرح مارا کہ وہ گر پڑا اس وقت حکیم کی زبان پر یہ رجز جاری تھا

یا نفس لا تراعی	اے دل کچھ حرج نہیں
ان قطعو کراعی	اگر میرا پاؤں کاٹ دیا گیا ہے
ان معی ذراعی	میرا ہاتھ تو سلامت ہے

اس قدر شدید زخم ہونے پر بھی وہ لڑتا رہا اور یہ رجز پڑھتا رہا

لیس علی فی الممات عار	مرنے میں میرے لئے شرم کی کوئی بات نہیں۔
والعار فی الحرب ھو الفرار	شرم تو لڑائی سے بھاگنے میں ہے۔
والمجد لا یفضح الذمار	بزرگی یہ ہے کہ غیرت زندہ رکھی جائے۔

اور لڑتے لڑتے جان دے دی۔

اس طرح ان لوگوں نے نہ صرف یہ کہ حضرت علیؓ کی بیعت توڑ دی بلکہ عثمان ابن حُنیف کے ساتھ معاہدے کی بدعہدی کا بھی اضافہ کر دیا اور شہریوں میں سے جن لوگوں نے بھی اس بدعہدی پر اعتراض کیا، اور حاکم کے قید کر دینے کی بیت المال کی چیزوں پر قابض ہو جانے کی اور پہرہ داروں کو قتل کر دینے کی مذمت کی ان کو قتل کر دیا اسی پر بس نہیں کیا بلکہ چاہا کہ عثمان پر بھی وار کر دیں لیکن انھوں نے ان کو آگاہ کر دیا کہ حضرت علیؓ کی طرف سے شہر کے ناظم اس وقت ان کے بھائی سہل بن حُنیف ہیں اگر مجھے کچھ تکلیف پہنچی تو وہ ان کی اولاد کی گردنیں اڑا دیں گے تو انھوں نے ان کو چھوڑ دیا اور وہ وہاں سے چل پڑے اور بصرہ کے ایک راستے پر حضرت علیؓ سے ملے اور مذاق کرتے ہوئے کہا کہ آپ نے مجھے بوڑھا بھیجا تھا اور میں جوان ہو کر واپس آیا ہوں۔

بصرہ میں مخالفین کی ان تمام حرکتوں کا نتیجہ اس کے سوا کیا ہو سکتا تھا کہ حضرت علیؓ اور ان کے ساتھیوں میں غصے اور دشمنی کی آگ بھڑک اُٹھے اور بصرہ کے لوگوں میں جو بُری طرح پھوٹ کے شکار تھے مزید نفاق اور شقاق پیدا ہو چنانچہ حکیم ابن جَبلہ کا انجام دیکھ کر قبیلہ عبد القیس کو طیش آگیا اور وہ جوش میں حضرت علیؓ کے پاس پہنچ کر ان کی فوج میں شامل ہو گیا، اور حُرقُوص بن زُہیر حکیم ابن جَبلہ کے ساتھیوں میں سے نکل بھاگا اور یہ وہ شخص ہے جو بڑی شدت کے ساتھ حضرت عثمانؓ پر ٹوٹ پڑا تھا جس پر اس کی قوم کو غصہ آیا اور اس کی حمایت کرتے ہوئے اس کو حوالے کرنے سے انکار کر دیا بعد میں وہ احنف ابن قیس کے ساتھ چھ ہزار کی جمعیت میں کنارہ کش ہو گیا۔

اس کے بعد لوگوں میں بڑی پھوٹ پڑی اور سخت اختلاف ہوا ایک گروہ چپکے سے یا کھلے بند حضرت علیؓ تک پہنچا ایک گروہ منتظر رہا کہ حضرت علیؓ آئیں تو ان کے ساتھ ہو لے ایک جماعت طلحہؓ اور زبیرؓ کی ساتھی بنی تاکہ حضرت عائشہؓ کی حمایت ہو اور رسولؐ کے حواری زبیرؓ کی امداد کرے ایک گروہ چاہتا تھا کہ اپنے دین کی حفاظت کرتے ہوئے فتنے کی لپیٹ سے دور رہے چنانچہ کچھ لوگوں کو کنارہ کشی کا موقع ملا اور کچھ فتنے میں شرکت پر مجبور ہوئے۔ لیکن ان تمام باتوں کے باوجود لیڈروں کا یہ حال تھا کہ وہ ایک دوسرے سے مطمئن نہ تھے طلحہؓ اور زبیرؓ میں اس بات پر اختلاف تھا

کہ نماز کون پڑھائے؟ بڑی مشکل کے بعد اس پر اتفاق ہوا کہ ایک دن طلحہؓ پڑھائیں اور دوسرے دن زبیرؓ اور حضرت عائشہؓ کی یہ کیفیت کہ دل رنج و ملال سے لبریز، راستے میں جب پانی کے ایک چشمے پر گذرنے لگیں تو کتوں نے بھونکا آپ نے چشمہ کا نام پوچھا لوگوں نے بتایا کہ اس کو حوأب کا چشمہ کہتے ہیں تب تو آپ گھبرا کر کہنے لگیں مجھے واپس لے چلو۔ واپس لے چلو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے ازواج میں بیٹھے کہتے سنا۔ تم میں سے کون ہے جس کو حوأب کے کتے بھونکیں گے۔ یہ دیکھ کر عبداللہ ابن زبیر آئے اور آپ کو مطمئن کرنے کی یہ تدبیر کی کہ بنی عامر کے پچاس آدمی آپ کی خدمت میں حاضر کئے جنہوں نے شہادت دی کہ یہ چشمہ حوأب کا چشمہ نہیں ہے۔

کھلی ہوئی پھوٹ، کھلا ہوا تفرقہ اور دلوں میں چھپا ہوا رنج و ملال، پھر مطلب اور خود غرضی کی باتیں اور ان پر پردہ ڈالنے کی کوششیں۔ یہ تھا توم کا نقشہ جب حضرت علیؓ ایک بڑی فوج کے ساتھ تشریف لائے۔

علیؓ اور ان کے ساتھی

حضرت علیؓ اور ان کے ساتھیوں کا حال اس کے بالکل برعکس تھا، حضرت علیؓ کو اس میں کبھی شک نہیں رہا کہ خلافت کے وہ سب سے زیادہ حق دار ہیں پھر جب اس کا موقع آیا تو یہ خیال کر کے کہ حق حق دار کو مل گیا آپ نے عنان خلافت ہاتھ میں لے لی، اور ظاہر ہے کہ حضرت عثمانؓ کے باغی مدینہ کے بڑے بڑے مہاجر اور انصار صحابہؓ کو ان کی مرضی کے خلاف مجبور نہیں کر سکتے تھے یہ تو وہ تھے جو نبیؐ کے ساتھ غزوات میں شریک رہے ان میں بہت سے آزمائش کے موقع پر ثابت قدم رہے، سختی کے مختلف حالات میں ان کا امتحان لیا گیا، انھوں نے دنیا چھوڑی دین کو اختیار کیا اپنی راہ میں زندہ رہنے سے اللہ کی راہ میں مرجانا پسند کیا جن لوگوں کے یہ اوصاف ہوں وہ دین کی مخالف کسی بات پر مجبور نہیں کئے جا سکتے اس کے معنی یہ ہیں کہ بلا کسی خوف اور ڈر کے اپنی رضا اور رغبت سے ان لوگوں نے حضرت علیؓ کی بیعت کی تھی اور اس کا پتہ اس طرح بھی چلتا ہے کہ جو چند آدمی اس بیعت سے

مطمئن نہیں تھے حضرت علیؓ نے ان کو مجبور نہیں کیا بلکہ ان کو آزادی دے دی اور ان کی معذرت قبول کرلی، پھر باغیوں کو منع کیا کہ وہ ایسے حضرات سے کوئی تعرض نہ کریں اور نہ ان تک پہنچیں، عبداللہ ابن عمرؓ نے جب ضمانت دینے سے انکار کیا تو خود اس کے ضامن بن گئے، طلحہؓ اور زبیرؓ کو بھی آپ نے مجبور نہیں کیا، حضرت عثمانؓ کے موقع پر یہ دونوں ان کے مخالف رہے اور اُن کے لئے کوئی کوشش نہیں کی ان میں سے ہر ایک اپنے لئے خلافت کا خواستگار تھا اس لئے حضرت علیؓ کو ان سے فتنے کا اندیشہ ہوا۔

پس شامیوں کے انکارِ بیعت پر جب حضرت علیؓ ان سے مقابلے کی تیاری کر رہے تھے یا طلحہؓ اور زبیرؓ کی بد عہدی اور مخالفت دیکھ کر جب شام سے اپنی توجہ ہٹا رہے تھے تو آپ کے دل میں کوئی تردد یا شک نہ تھا تاہم آپ نے ایک مغموم نادم کی طرح بعض مواقع پر فرمایا ——— اگر مجھے معلوم ہوتا کہ نوبت یہاں تک پہنچے گی تو میں اس میں حصہ نہ لیتا، مطلب یہ تھا کہ طلحہؓ، زبیرؓ اور عائشہؓ کے بارے میں آپ کا یہ تصور نہیں تھا کہ ان کے ہاتھوں مسلمانوں میں تفریق ہوگی، اور ایک دوسرے کے خلاف تلوار اٹھائیں گے اور اگر آپ کو معلوم ہوتا کہ آپ کی خلافت فتنہ اور نفاق کا سرچشمہ بنے گی تو مسلمانوں کے امن و اتحاد کی خاطر اس سے اسی طرح باز رہتے جس طرح اس سے قبل تینوں خلفاء کی بیعت کے موقع پر باز رہے اور طبیعت پر جبر کرکے صبر و برداشت سے کام لیتے مگر اب جب کہ عام اور خاص مسلمانوں نے آپ کی بیعت کرلی ہے تو آپ بصیرت کی روشنی میں آگے بڑھتے رہے اور یہ اچھا نہیں سمجھا کہ چلنے کے بعد واپس ہوں یا اقدام کے بعد رکے رہیں، آپ اکثر فرمایا کرتے تھے ——— بخدا میں اپنے رب کی طرف سے ایک روشن راہ پر ہوں نہ میں نے جھوٹ کہا نہ مجھ سے جھوٹ کہا گیا نہ میں گم کردہ راہ ہوں نہ میری وجہ سے کوئی گمراہ ہوا۔

حضرت علیؓ کی طرح ان کے ساتھیوں کے دل بھی جب وہ بصرہ جا رہے تھے تردد اور شبے سے خالی تھے ہاں ابو موسیٰ اشعری کی ایک بات تھی لیکن یہ سب کو معلوم ہو چکا تھا کہ بصرہ کے لوگ ان کے ہم خیال نہ تھے، حضرت علیؓ کے کچھ ساتھیوں نے اپنے دین اور خاص طور پر اپنی عاقبت

کے بارے میں اطمینان حاصل کرنے کی غرض سے سوال کیا کہ بصرہ آنے سے اور اُن کو ساتھ لانے سے آپ کا مقصد کیا ہے؟ حضرت علیؓ نے جواب دیا — تاکہ آپ لوگوں کی موجودگی میں بصرہ کے بھائیوں سے ملاقات کروں انھیں امن وعافیت کی دعوت دوں، ان پر حق وصداقت کا اظہار کروں اور اس معاملے میں ان سے بحث ومباحثہ کروں شاید وہ سمجھ جائیں اور ہم آہنگی پیدا ہو کر جماعت میں وحدت کی صورت نکل آئے ان لوگوں نے سوال کیا — اگر حق بات نہ مانی گئی اور امن وصلح کی باتوں کو نامنظور کر دیا گیا، آپ نے جواب دیا تو ان سے جنگ میں پہل میں نہیں کروں گا۔ سوال کیا گیا کہ اگر انھوں نے شروع کر دی آپ نے جواب دیا — تو حق کے لئے ہم ان سے لڑیں گے تا آنکہ وہ تسلیم کرلیں۔

اپنی عاقبت پر اطمینان کرنے کے لئے انھیں میں سے بعض نے سوال کیا لڑائی میں مارے جانے والوں کا حشر کیا ہوگا؟ آپ نے جواب دیا۔ حق کی حمایت میں سچی نیت کے ساتھ اللہ کی خوشنودی کے لئے جس نے جنگ کی اس کا انجام شہدا کا انجام ہوگا۔

انھیں میں کے ایک آدمی نے ایک دن حضرت علیؓ سے سوال کیا۔ کیا یہ ممکن ہے کہ طلحہؓ، زبیرؓ اور عائشہؓ باطل پر متفق ہو جائیں۔ آپ نے جواب میں کہا — حقیقت تم پر کھل نہ سکی، حق اور باطل افراد کی قدروں سے جانا جاتا ہے، حق کو پہچانو اہل حق کا پتہ چل جائے گا باطل کو سمجھو اہل باطل سمجھ میں آجائیں گے، میں نہیں سمجھتا کہ اس سے زیادہ جامع اور دل نشین جواب اور کوئی ہو سکتا ہے جس سے وحی کا سلسلہ ختم ہونے کے بعد کوئی بھی خطا کی زد سے بچ نہیں سکتا خواہ کیسا ہی عالی مرتبہ ہو اور کوئی حق کا ٹھیکے دار نہیں بن سکتا خواہ کیسے ہی پوزیشن کا مالک ہو۔

پس حضرت علیؓ اور ان کے ساتھی بصیرت کی روشنی میں قدم بڑھا رہے تھے وہ اپنے ہی جیسے مسلمانوں پر تلوار اُٹھانے سے ڈرتے تھے لیکن ضرورت پڑنے پر وہ اس سے رک بھی نہیں سکتے تھے

حضرت علیؓ چاہتے تھے کہ مصالحت کے لئے گفت وشنید ہو اور حق کے لئے بحث ومباحثہ بھی، لیکن اگر جنگ ہو تو اس کی ابتدا وہ خود نہ کریں۔ پس طرفین کی کیفیت میں فرق تھا، بصرہ کے لوگ جیسا کہ ہم ابھی بتا چکے ہیں باہم مختلف تھے، حضرت علیؓ کی جماعت متحد تھی بصرہ کے لوگ

مذبذب اور متردد تھے، حضرت علیؓ کے ساتھی ایک وشن اور مقرر راستہ رکھتے تھے، بصرہ کے لوگ تعداد میں کم ہو رہے تھے کچھ تو فتنے سے دل گرفتہ ہو کر اور کچھ امن پسند بن کر اور کچھ خفیہ اور علانیہ حضرت علیؓ کے ساتھ ہوتے جا رہے تھے اور حضرت علیؓ کے ساتھیوں کی تعداد بڑھتی جا رہی تھی لوگ بصرہ سے کوفہ سے اور دیہاتوں سے آکر شریک ہو رہے تھے، اس حالت میں حضرت علیؓ بصرہ پہنچے اور پہنچتے ہی طلحہؓ، زبیرؓ اور عائشہؓ کے پاس اپنے سفیر بھیجے۔

اُردو کے اشاعتی ادارے متوجہ ہوں

کل پاکستان انجمن ترقی اردو کے اخبار "قومی زبان" کے ادارے کی طرف سے ۱۹۵۸ء کی مطبوعہ اردو کتب کی توضیحی فہرست مرتب کی جارہی ہے جو عنقریب شائع کردی جائے گی۔ ہندو پاکستان کے اشاعتی اداروں سے درخواست ہے کہ وہ اپنی ان اردو کتب کی فہرست ارسال فرمائیں جو ۱۹۵۸ء میں شائع کی گئی ہوں۔ اس سلسلے میں حسب ذیل امور کی صراحت ضروری ہے

۱۔ نام کتاب۔ ۲۔ نام مصنف

۳۔ نام مترجم (کتاب کے ترجمہ ہونے کی صورت میں)

۴۔ موضوع (مختصر طور پر کتاب کا تعارف)

۵۔ تعداد صفحات ۶۔ سائز

۷۔ ایڈیشن (یہ وضاحت کی جائے کہ کتاب پہلی بار ۱۹۵۸ء میں شائع ہوئی ہے یا اس سے پہلے بھی اس کی اشاعت عمل میں آچکی ہے)۔

۸۔ قیمت ۹۔ ناشر:۔

خط و کتابت اس پتہ پر کی جائے۔

مدیر "قومی زبان" کل پاکستان انجمن ترقی اُردو

اُردو روڈ۔ کراچی ۱۔

عربی کی ایک قلمی کتاب سے
تاریخ ہند پر نئی روشنی

از
(جناب ڈاکٹر خورشید احمد فارق صاحب استاذ ادبیات عربی دہلی یونی ورسٹی)

(۷)

۲/۵۶ ہند کے بعض علاقوں (غالباً جنوب) میں یہ رسم ہے کہ اگر کوئی کسی کا مقروض ہو اور قرض خواہ، قرض دار کے پیچھے پڑنا چاہے تو وہ اس کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے: "تم بادشاہ کے ہاتھ میں، یا بادشاہ کے پیر میں ہو!" یہ سن کر قرض دار کو سب کام بند کرنا پڑتے ہیں، وہ قرض خواہ کے پاس آ بیٹھتا ہے، اس کی دکان، یا اس کے گھر یا مندر یا مسجد میں، اگر قرض خواہ یا قرض دار مسلمان ہوتا، ہندوستان میں اہلِ ہند (یعنی ہندوؤں) کو مسجدوں میں آنے کی اجازت ہے، قرض خواہ اور قرض دار دونوں کھانا نہیں کھاتے (یہاں تک کہ قرض ادا نہ ہو جائے). کبھی بادشاہ وقت کسی تاجر کا مقروض ہوتا ہے اور بادشاہ قرض ادا کرنے میں لیت ولعل کرتا ہے تو تاجر اس سے کہتا ہے: بادشاہ سلامت! آپ اپنے ہاتھ میں یا اپنے سر میں یا اپنے والد یا ماں کے سر یا پیر میں ہیں!" (ماں باپ کی دہائی) اس وقت جب بادشاہ کے والدین زندہ ہوں، یہ الفاظ سن کر بادشاہ کو سارے کام چھوڑنا پڑتے ہیں، اور جب تک تاجر کا قرضہ ادا نہ کر دے وہ کھانا نہیں کھا سکتا، کھانے کا اطلاق صرف چاول پر ہوتا ہے، دوسری چیزوں

پر نہیں ''

ہند میں ایسے رسم و رواج ہیں جن پر اہلِ ہند عادۃً عمل کرتے رہے ہیں، کچھ رسمیں عقاید کی حیثیت رکھتی ہیں، کچھ ایسی ہیں جن کو سب نے تسلیم کر لیا ہے، کچھ ایسی ہیں جن کو بعض فرقے مانتے ہیں اور بعض نہیں مانتے اور کچھ ایسی ہیں جن کو بعض لوگ اچھا سمجھتے ہیں اور بعض بُرا۔ یہ رسمیں اتنی زیادہ ہیں کہ ان کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں، مثال کے طور پر چند نمونے پیش کئے جاتے ہیں۔ ایک رسم یہ ہے کہ وہ اپنے جسم کو آگ میں جلاتے ہیں، یہ رسم سارے ہند میں پائی جاتی ہے، جب کوئی آگ میں جلنا چاہتا ہے، اس وجہ سے کہ قد تفقی (؟) یا طیش میں آکر یا بادشاہ کے حکم سے، یا کسی اور وجہ سے، تو جلنے سے تین دن پہلے شہر کا گشت کرتا ہے، اس کے آگے آگے ایک ڈھول بجتا جاتا ہے، اس کے ہاتھ میں ایک سونٹا ہوتا ہے، اور اس کے ہمراہ عزیز، احباب اور حمایتیوں کی ایک جماعت ہوتی ہے، ان تین دنوں میں وہ جلانے کے لئے تیل اور ایندھن جمع کرتا ہے، جب تیسرا دن آتا ہے تو جمع کی ہوئی لکڑی کا ڈھیر لگا کر اس میں آگ لگائی جاتی ہے اور اس پر تیل چھڑکا جاتا ہے، جلنے والا لوہے کے ایک طباق یا تھال میں جیسا کہ پیشہ ور گانے والیوں کا طباق (؟) ہوتا ہے، بیٹھتا ہے، وزجّ نفسہ فی النار (؟) اس کے عزیز و اقارب چھوٹے نیزے لئے اُس کے گرد کھڑے ہوتے ہیں، اور وہ اگر آگ سے نکلنے کی کوشش کرتا ہے تو نیزوں سے اس کو اندر دھکیل دیتے ہیں، ۵۷/۲ اس کے سارے عزیز و احباب جو اس کے پاس جمع ہوتے ہیں اس سے اُن لوگوں کا نام لے کر جو مر چکے ہیں یا آگ میں پہلے جل چکے ہیں، کہتے ہیں: فلاں سے ہمارا سلام کہنا، فلاں کو یہ پیغام